فيتزوجُ ويولدُ لهُ، ويمكثُ في الأرضِ خمسًا وأربعينَ سنةً ثم يموتُ فيُدفَنُ معيَ فِي قبرِي، فأقومُ أنا وعيسىٰ مِن قبرٍ واحدٍ بينَ أبِي بكرٍ وعمرَ" [كتاب الوفاء لابن الجوزي]

مرزا قادیانی "محمدی بیگم سے نکاح کا "الہام" شائع کرکے چشم گریان ودلِ بریاں گزار رہا تھا، اس وقت لکھا کہ اس نکاح کی پیش گوئی خود آنحضرت نے بھی کی ہوئی ہے۔ [حاشیہ ضمیمہ انجامِ آتھم ص:۵۳ وشہادت القرآن مرزا أكذب العصر] اس روایت میں **فيُدفَنُ معيَ** سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات حضرت محمد ﷺ کی وفات سے متأخر ہوگی۔

عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ: "كيفَ أنتم إذا نزلَ ابنُ مريمَ مِنَ السَّمَاءِ فيكم وإمامُكم مِنكم!" [الأسماء والصفات للبيهقي باب قول الله: ﴿يعيسى إني متوفيك ورافعك إلي﴾ ح:۸۵۵]

مرزا: کسی ضعیف حدیث میں بھی مذکور نہیں کہ عیسیٰ آسمان سے نازل ہوں گے۔ [چشمہ معرفت مرزا قادیانی]

مرزا اکذب العصر نے نفی کلی کی ہے۔ غلام رسول مرزائی نے حدیث کی صحت کا انکار کیا ہے۔ یعنی اپنے خودساختہ نبی کے خلاف ہوکر سلب جزئی کی ہے۔ امام بیہقیؒ کی روایت امام بخاریؒ کے طریق سے ہے، اور بخاریؒ سے اوپر سارے رواۃ صحیح بخاری کے ہیں۔ غلام رسول کا اعتراض ہے کہ بیہقی نے رواه البخاري کہا، حالانکہ صحیح بخاری میں "مِن السماءِ" نہیں ہے۔

جواب: امام بیہقی خود محدث ہیں اور حدیث بخاریؒ نے روایت کی تو ان کے طریق سے ان تک پہنچی۔ اور اس کی اصل بخاری ومسلم میں ہے۔ [البخاري ح:۳۴۴۹، مسلم ح: ۴۰۹-۴۱۱] لہٰذا یہ "**زيادة الثقة**" ہوا۔

تفسیر: **والإجماعُ على أنه حيٌّ في السماءِ ينزلُ ويقتلُ الدجالَ ويؤيدُ الدينَ.** [جامع البيان]

امام شوکانیؒ: **فهٰذه تِسعةٌ وعشرونَ حديثًا تنضمُّ إليها الآثارُ الواردةُ عن الصحابةِ، فلها حكمُ الرفعِ، إذ لا مجالَ للاجتهادِ في ذٰلكَ. وجميعُ ما سُقناه بالغٌ حدَّ التواترِ. وكذا أحاديثُ المهديِّ ونزولِ عيسىٰ مُتَوَاتِرَةٌ.** [حجج الكرامة ص:۲۳۴]

بحالیٔ عظمتِ رفتہ (قسط: 1)

جهاد في سبيل الله

تصنیف: ڈاکٹر اسرار احمدؒ   تلخیص: ابو محمد

جہاد کی حقیقت، اہمیت ولزوم اور مراحل، و مدارج کے تحت تین عنوانات آئیں گے:

(۱): جہاد فی سبیل اللہ کے ضمن میں خود اپنوں اور غیروں کو لاحق مغالطے

(۲): جہاد فی سبیل اللہ کی اصل حقیقت اور اس کے مراحل ولوازم

(۳): جہاد فی سبیل اللہ کی فرضیت اور لزوم

{1} جہاد فی سبیل اللہ کے ضمن میں مغالطے

"جہاد" اور "قتال" کا مفہوم: "جہاد فی سبیل اللہ" کے ضمن میں سب سے بڑا مغالطہ یہ ہے کہ اسے "جنگ"، یعنی "قتال" کے مترادف سمجھا جاتا ہے۔ لسانیات کا قاعدہ ہے کہ کسی بھی زبان کے دو الفاظ بالکل ایک مفہوم کے حامل نہیں ہوتے۔ "جہاد" اور "قتال" قرآن مجید کی دو مستقل اصطلاحیں ہیں۔ انہیں مترادف قرار دینا غلط ہے۔ ہاں یہ دونوں لفظ بعض اوقات ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوئے ہیں۔

اصطلاحاتِ قرآنی میں سے دو دو اصطلاحات کے تین جوڑے ایسے ہیں، جن کے مابین خاص اور عام کا رشتہ ہے: مؤمن اور مسلم، رسول اور نبی، تیسرا ہمارا موضوع ہے: قتال اور جہاد۔ ہر قتال جہاد ہے، مگر ہر جہاد قتال نہیں۔

۲:: جہاد فرض عین ہے یا فرضِ کفایہ؟

"قتال" ہر وقت نہیں ہوتا اور یہ فرض کفایہ ہے۔ کسی مہم کے لیے دس ہزار افراد کی ضرورت ہے، اور اتنے آدمی نکل آئیں تو دوسرے مسلمانوں کی طرف سے فرض ادا ہو گیا۔ جہاد اور قتال کو مترادف سمجھنے کی وجہ سے بعض نے جہاد کو فرض کفایہ قرار دیا۔ جس کی وجہ سے جہاد کا حکم ہمارے دینی تصورات میں ثانوی بن گیا۔

۳:: کیا مسلمان کی ہر جنگ "جہاد فی سبیل اللہ" ہے؟

کسی بھی اجتماعی مقصد کی خاطر افرادی قوت کی ضرورت ہو گئی تو قائدین نے اسے "جہاد فی سبیل اللہ" قرار دینے کی غلطی کی۔ حکمرانوں کی جنگیں ہوس ملک گیری کی خاطر ہوتی ہیں۔ الجزائر نے فرانس سے جنگ آزادی لڑی، جو

کہ ایک جائز جنگ تھی ؛لیکن اسے "جہاد فی سبیل اللہ" کا نام دیا گیا۔ اس میں کامیابی ملی تو وہاں ایک سوشلسٹ ریاست وجود میں آ گئی۔ افغانستان کی جنگ بھی "جہادِ حریت" تھی، لیکن اس جائز جنگ کو بھی "جہاد فی سبیل اللہ" کہا گیا۔ جذبہ شہادت سے سرشار نوجوان دنیا بھر سے کھنچ کر چلے آئے۔ لیکن مقصد حاصل ہونے کے بعد وہاں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ پھر عربی مدارس کے طلباء اٹھے اور انہوں نے "جہاد فی سبیل الامن" کر کے ملک کا کنٹرول سنبھالا اور اسلامی شریعت نافذ کی، جس سے امن قائم ہوگیا۔☆

☆ مسلمانوں کے حقوق انسانی میں سے اہم ترین چیز "حریت" کے لیے کی جانے والی "جدوجہد" کو "جہاد فی سبیل اللہ" قرار دینے کو راقم الحروف حق بجانب سمجھتا ہے۔ دیکھیے: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰی اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قَالَ هَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ اَنْ لَّا تُقَاتِلُوْا قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَنْ لَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا وَاَبْنَآئِنَا﴾ [البقرۃ ۲۴۶] اس نبی علیہ السلام کی امت نے اپنے فاتح کے تسلط سے آزادی کی خاطر مسلح جنگ کو "جہاد فی سبیل اللہ" کہا اور نبی نے اس کو تسلیم کر کے ان کے لیے مطلوبہ بادشاہ کا انتظام فرمادیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو جب فرعون کے پاس رسول کی حیثیت سے بھیجا، تو انہیں حکم فرمایا کہ اپنی قوم کے لیے "آزادی" کا مطالبہ پیش کریں: ﴿فَاْتِیَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ ○﴾ [الشعراء ۱۶، ۱۷]

معلوم ہوا کہ قوم کو غاصب وظالم دشمن کے چنگل سے نجات دلانا بھی مقاصد نبوت میں اہم مقام رکھتا ہے۔

پھر اہل ایمان کو ان کے قائدین یہی امید دلاتے ہیں کہ آزادی حاصل کر کے ہم اپنے وطن میں اسلامی نظام حکومت قائم کرلیں گے۔ اسی خوش کن امید پر لوگ اپنی قیمتی جانیں ہتھیلی پر سجا کر میدان کارزار میں کود پڑتے ہیں۔ ﴿فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ﴾ اس جذبے کے بغیر "جہاد فی سبیل الحریت" کی کامیابی انتہائی دشوار ہے۔

تحریک پاکستان میں بھی ہمارے سیاسی قائدین نے "پاکستان کا مطلب کیا؟ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کا نعرہ لگانے کے علاوہ باقاعدہ اسلامی نظام شریعت نافذ کرنے کا وعدہ کر کے عوام کو غاصب انگریز اور ظالم ہندو کے خلاف متحرک کیا تھا۔

حصولِ آزادی کے بعد قائدین اپنی بدنیتی یا بیرونی دباؤ سے مجبور ہو کر غیر اسلامی حکومت قائم کرتے ہیں، تو عوام افسوس کرتے رہ جاتے ہیں۔ جن مخلص مجاہدین نے "اسلامی انقلاب" کی خاطر جانیں لڑادیں، وہ یقیناً عند اللہ "مجاہد فی سبیل اللہ" ہوں گے۔ اور ان کی مقدس جدوجہد کو رائیگاں کرنے کا وبال ان کے قائدین کے سر ہوگا۔ واللہ اعلم (عبدالوہاب)

"جہاد فی سبیل اللہ" کی لزوم و اہمیت

یہ ایمانِ حقیقی کا جزوِ لازم اور نجات اخروی کا لازمی تقاضا ہے۔

۱: ﴿قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ...... اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝﴾[الحجرات ۱۳-۱۵]

''حقیقی مؤمن تو صرف وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے، پھر ہرگز شک میں نہیں پڑے۔ اور انہوں نے اللہ کے راستے میں اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ جہاد کیا، صرف یہی لوگ سچے ہیں۔''

اس آیت کے آغاز اور اختتام دونوں میں اسلوبِ حصر ہے۔ یہ قرآن مجید کا واحد مقام ہے جہاں ایمان کے بعد ''شک نہ کرنے'' کا ذکر ہے۔ ایمان حقیقی کی پہلی شرط یہ ہوئی کہ ایسا یقین ہو جس میں شک وشبہ کا شائبہ تک نہ ہو۔ دوسری لازمی شرط یہ بیان فرمائی کہ بندہ اپنی جان اور مال کے ذریعے اللہ کی راہ میں جہاد کرے۔

بعض مفسرین نے جو خاص طور پر کسی دعوتی جدو جہد کے علمبردار بنے، جہاد کو ''ارکانِ اسلام'' میں داخل کرنے کی کوشش کی ہے۔ دین کے ارکان میں اس طرح اضافہ کرنے کے بجائے اسلام اور ایمان کے عموم وخصوص کے تناظر میں دیکھیں تو پانچوں ارکانِ اسلام میں دو کا اضافہ ہو جائے گا:

(۱) کلمے کا اقرار کرنے کے ساتھ ''یقین قلبی'' کا اضافہ (۲) عمل میں ''جہاد'' کا اضافہ۔

جیسے روشنی کی کرن منشور سے گزرتی ہے، تو سات رنگ نظر آتے ہیں۔ دو اور رنگ بھی ہوتے ہیں جو نظر نہیں آتے Ultra violet, Infra red اسی طرح **پانچ** مرئی ستون ہیں اور دو ستون غیر مرئی: قلب میں یقین اور عمل میں جہاد۔ بہر حال مذکورہ بالا آیت مبارکہ سے واضح ہوا کہ جہاد فی سبیل اللہ ایمانِ حقیقی کا جزو لازم ہے۔

۲:: اخروی نجات کا لازمی تقاضا

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝﴾[الصف ۱۰، ۱۱] ''اے ایمان کے دعویدارو! کیا میں تمہاری رہنمائی نہ کروں اس کاروبار کی طرف جو تمہیں دردناک عذاب سے چھٹکارا دلادے؟ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ (جیسے کہ ایمان لانے کا حق ہے)

اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے، یہی تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم واقعی صحیح علم رکھتے ہوں۔''

ایمان والوں سے خطاب میں پھر ''ایمان'' کا حکم دینے سے معلوم ہوا کہ پہلے سے موجود ایمان قانونی ایمان تھا، اور یہاں حقیقی درجے کے ایمان کا حکم دیا جارہا ہے۔ ساتھ ہی مال و جان سے جہاد کا حکم بھی فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ از روئے قرآن ''جہاد فی سبیل اللہ'' کے بغیر نجات کا امکان نہیں ہے۔

''جہاد'' اور ''قتال'' کا فرق:

قتال کے معاملے میں یہ آیت بہت اہم ہے: ﴿لَا يَسْتَوِى الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَّعَدَ اللهُ الْحُسْنٰى وَفَضَّلَ اللهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝﴾ [النساء ۹۵] ''مسلمانوں میں سے جو لوگ کسی عذر کے بغیر گھر بیٹھے رہتے ہیں (یعنی قتال نہیں کرتے) اور وہ جو اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کرتے ہیں (یہاں جہاد ''قتال'' کے معنی میں آیا ہے) دونوں کی حیثیت برابر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مال و جان سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھے رہنے والوں کے مقابلے میں بہت بڑا درجہ عطا فرمایا ہے۔ اور (ان دونوں میں سے) ہر ایک کے لیے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا ہی وعدہ فرمایا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھے رہنے والوں کے مقابلے میں بہت بڑا اجر عطا فرمایا ہے۔''

سیرت طیبہ میں صرف غزوہ تبوک کے وقت نفیر عام ہوئی تھی، جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ [التوبة ۳۸، ۳۹] ''اے اہل ایمان! تمہیں کیا ہو گیا کہ جب تم سے کہا گیا کہ اللہ کی راہ میں نکلو تو تم زمین سے چمٹ کے رہ گئے! کیا تم آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کو ترجیح دینے لگے ہو؟ جان لو کہ دنیوی زندگی کے ساز و سامان آخرت کے مقابلے میں بہت کم ہیں۔ اور اگر تم نہیں نکلو گے تو سن رکھو کہ اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔''

اس سے قبل کی جنگوں میں صرف ترغیب دلائی گئی، فرض عین قرار نہیں دیا گیا۔ اسی لیے ''قتال'' ہر وقت نہیں ہوتا۔ اور جب ہوتا ہے تو فرض کفایہ ہوتا ہے، سوائے اس صورت کے کہ نفیر عام ہو۔ لہٰذا قتال فرض عین نہیں ہے۔ اس لیے اگر کوئی قتال کے لیے نہیں گیا تو اس کے لیے بھی ﴿وَكُلًّا وَّعَدَ اللهُ الْحُسْنٰى﴾ فرمایا ہے۔

"جہاد" کی لغوی بحث:

"جھد" کے معنی کسی چیز کے حصول کے لیے محنت اور کوشش کرنے کے ہیں۔ جہاد یا مجاھدۃ دوطرفہ عمل ہے، یعنی جہد کے مقابلے میں جہد، کسی رکاوٹ کے مقابلے میں محنت اور کوشش۔ جہد یک طرفہ عمل ہے، آپ کسی کام کے لیے کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن جہاد وہ دوطرفہ کوشش ہے جب کوئی مقابلے میں ہو۔ اسی طرح قتل اور قتال کا معاملہ ہے۔ قتل یک طرفہ عمل ہے اور قتال دوطرفہ۔

"جہاد" بطور اصطلاح:

قرآن حکیم میں "جھاد" کا لفظ پہلے مکی سورتوں میں آیا ہے، لیکن ان میں "جھاد فی اللہ" آیا ہے۔ ﴿وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ﴾ [الحج] "اور جہاد کرو اللہ کے لیے جتنا جہاد کرنے کا حق ہے۔" ﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ [العنکبوت] "اور جو لوگ ہمارے لیے جہاد کریں گے، ہم ضرور ان کے لیے اپنے راستے کھولتے چلے جائیں گے۔"

مدنی سورتوں میں اس کے ساتھ لفظ "سبیل" کا اضافہ ہو گیا اور "جھاد فی سبیل اللہ" ایک اصطلاح بن گئی۔ انسان جو جد و جہد اور محنت کرتا ہے، اس میں دو چیزیں کھپاتا ہے یعنی مال اور جان۔ لہٰذا "جہاد" کے ساتھ ﴿بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ﴾ کے الفاظ آتے ہیں۔ یعنی آپ کے پاس جو بھی وسائل و ذرائع ہیں، ان کو اس مقصد کے لیے خرچ کریں۔ جو صلاحیت عطا ہوئی ہے، اسے بھی اللہ کی راہ میں لگائیں۔

"جھاد فی سبیل اللہ بالاموال والانفس" کے علاوہ ب کے تعدیہ کے ساتھ قرآن مجید میں مزید صرف جہاد بالقرآن آیا ہے۔ ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝ ...... فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ۝﴾ [الفرقان ۱، ۵۲] "اس سورہ میں قرآن مجید کی حقانیت بیان کی گئی ہے۔ اسی میں فرمایا گیا ہے کہ آپ ان کفار کی بات نہ مانیں اور اس قرآن کے ذریعے ان کے خلاف بڑا جہاد کریں۔"

احادیث شریفہ میں تین اصطلاحات اور آئی ہیں:

۱: جہاد بالقلب، ۲: جہاد باللسان، ۳: جہاد بالید

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مَن رأى منكم منكرًا فليغيّره بيده، فإن لم يستطعْ فبلسانه، فإن لم يستطعْ فبقلبه: وذلك أضعفُ الإيمانِ'' [صحیح مسلم] ''تم میں سے کوئی برائی دیکھ لے تو اپنے ہاتھ سے روک دے، اگر اتنی استطاعت نہ ہو تو زبان سے روک دے۔ اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو دل سے برا جانے، اور یہ تو کمزور ترین ایمان ہے۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ما مِن نبيٍ بعثه الله في أمةٍ قبلي إلا كانَ له مِن أمتهِ حواريّونَ وأصحابٌ يأخذونَ بسنتهِ ويقتدُونَ بأمرهِ، ثم إنها تخلفَ من بعدِهم خُلوفٌ يقولون ما لا يفعلونَ ويفعلون ما لا يُؤمرون، فمن جاهدَهم بيدهِ فهو مؤمنٌ ومن جاهدَهم بلسانهِ فهو مؤمنٌ ومَن جاهدَهم بقلبهِ فهو مؤمنٌ، وليس وراءَ ذلك مِن الإيمانِ حبةُ خردلٍ'' [صحيح مسلم الإيمان ۸۰ (۵۰)] ''اللہ پاک نے مجھ سے پہلے جو بھی نبی کسی امت میں مبعوث فرمایا، اس کے لیے اس کی امت میں ایسے جاں نثار اور صحابی ہوتے تھے جو اس کے طریقے کو اپناتے اور اس کے احکام پر چلتے۔ پھر ان کے بعد ایسے ناخلف جانشین آئے جو ایسی باتیں بولتے تھے جن پر خود عمل نہیں کرتے، اور ایسے عمل کرتے جس کا انہیں حکم نہیں دیا جاتا۔ پس جو کوئی ان سے اپنے ہاتھ سے جہاد کرے تو وہ مؤمن ہے، اور جو ان سے اپنی زبان سے جہاد کرے تو وہ مؤمن ہے، اور جو ان سے اپنے دل سے جہاد کرے تو وہ بھی مؤمن ہے۔ پھر اس کے بعد تو رائی کے دانے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔''

ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے لکھا ہے کہ عام طور پر قتال کے لیے ''جهاد بالسيف'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اس طرح **بِ** کے اضافے کے ساتھ یہ پانچ اصطلاحات ہمارے سامنے آگئیں: جہاد بالقرآن، جہاد بالقلب، جہاد باللسان، جہاد بالید، جہاد بالسیف۔

جہاد کی منزلیں

جہاد فی سبیل...... کی تین منزلیں ہیں:

جہاد فی سبیل الحیاۃ: ''زندہ رہنے کی خاطر جدوجہد''

اس کو علامہ اقبال نے ''جہادِ زندگانی'' سے تعبیر کیا ہے۔ [؟]

یقین محکم، عملِ پیہم، محبت فاتح عالم | جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

کہیں ملازمت کی ایک سیٹ نکلتی ہے، تو ہزاروں درخواستیں آتی ہیں۔ ہر امیدوار' روزگار کے لیے اپنا سارا زور لگاتا ہے۔ یہ جہاد ہر زندہ چیز کا لازمہ ہے، اسی تصور میں ''بقائے اصلح'' کا تصور شامل کیا جاتا ہے۔

زندگی کا یہی جہاد اگر بندہ مؤمن کرتا ہے، تو کوئی ناجائز ذریعہ استعمال نہیں کرتا۔ جب اسے یہ سیٹ مل جائے تو پوری ایمانداری سے اپنا فرض ادا کرتا ہے۔ یہ کسب حلال اس کے لیے عبادت کا درجہ رکھتا ہے۔ ہاتھ سے محنت کر کے کمانے والے کے لیے ''الكاسبُ حبيبُ اللهِ''[؟] کی بشارت ہے۔

جہاد فی سبیل الحقوق:

یہ جہاد زندگانی سے بلند تر درجہ ہے۔ اپنے حقوق کی جدوجہد میں سب سے بڑا جہاد ''جہاد فی سبیل الحریت'' ہے۔ ''آزادی'' ہر انسان کا بنیادی حق ہے، جس کے لیے ہر مسلم وکافر جہاد کرتا ہے۔ تیسری دنیا نے اسی جہاد کے ذریعے نوآبادیاتی نظام سے آزادی حاصل کی۔ عجیب بات یہ ہے کہ سب نے آزادی کی راہ میں جان دینے والوں کے لیے ''شہید'' کا لفظ استعمال کیا۔ ہندو بھی ''شہید'' کا لفظ ہی استعمال کرتے ہیں۔

''جہاد فی سبیل الحریت'' جہاد فی سبیل الحقوق سے خاص ہے، کیونکہ غاصب کے چنگل سے، سرمایہ دارانہ اور جاگیردارانہ نظام کی گرفت سے نکلنا آسان نہیں۔

فاتح قوم کی غلامی سے نکلنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ اس کے لیے جہاد بلکہ قتال بھی ہو سکتا ہے۔ یہ جہاد جب کوئی مؤمن شرعی حدود وقیود کے مطابق کرتا ہے تو یہ جائز ہے۔ اور اس میں جان قربان کرتا ہے تو وہ مرتبہ شہادت پر فائز ہوتا ہے، اگرچہ اس شہادت کا درجہ ''جہاد فی سبیل اللہ'' کے درجے سے کمتر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''مَنْ قُتِلَ دونَ مَالِهِ فهو شهيدٌ'' ''جو اپنے مال کی حفاظت میں مارا گیا وہ شہید ہے۔'' [متفق عليه]

۳: نظریہ اور نظام کی سطح پر جہاد

اگر کسی نظریے کی حقانیت آپ کے دل میں راسخ ہے، اور آپ اس کا پرچار کرنا چاہتے ہیں اور اس کے منافی نظام کا خاتمہ چاہتے ہیں؛ تو یہ جہاد کی بلند ترین منزل ہے۔ اسے شاہ ولی اللہؒ نے ''فَكُّ كُلِّ نِظَامٍ'' اور علامہ اقبالؒ نے ''برہم زن'' کہا ہے۔

اس میں سے ایک ''جہاد فی سبیل الشرک'' ہے۔ ﴿وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا﴾ [العنكبوت] ''اور اگر والدین تجھ سے میرے ساتھ